اسلامی ادب کی تحریک اور اردو ڈراما

طلعت رحمٰن
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، رائے ونڈ، لاہور

ISLAMIC LITERARY MOVEMENT AND URDU DRAMA

Talat Rehman
Assistant Professor of Urdu
Govt. Postgraduate College, Raiwind, Lahore

Abstract

The article is about the role of Urdu drama in connection with the Islamic Literary Movement. The proponents of Islamic literature have also written Urdu dramas along with other literary endeavors. Naeem Siddiqi, Farogh Ahmed and Nazer Zaidi are prominent names in this regard. Reforms in the society are the chief aim of their dramas. Their dramas do not rank high from literary point of view but are appreciable from the reformation point of view.

Keywords:
اسلامی ،ادب ،اردو، ڈراما، سیاست، سائنس،فروغ احمد، نعیم صدیقی، ذہنی زلزلے

ڈراما نقالی کی ایک صورت ہے جسے تفریح طبع کے لیے برتا جاتا ہے۔اختر اورینوی کے بقول ڈراما زندگی کی تصویر و تفسیر ہے مگر بیانیہ طرز میں نہیں بلکہ عملی اداکاری کی شکل میں۔ کیوں کہ عمل اور حرکت ڈراما کی جان ہیں۔اس میں خیر و شر کا تصادم جاری رہتا ہے اور معاشرتی مسائل کے تناظر میں کرداروں کی باہمی آویزش بھی۔ادبی ڈرراما سٹیج اور ریڈیائی ڈرامے سے منفرد و ممتاز مقام رکھتا ہے۔اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

> ''ادبی ڈرامے سے تخلیقی اور تمثیلی لطف، واقعات اور حادثات کا اثر و عمل اور جذبہ و کیفیت کا مدوجزر مطالعے کے دوران ذہنی سطح پر پیدا ہوتا ہے اس میں لکھنے والے کو زیادہ تخلیقی آزادی حاصل ہوتی ہے۔''(۱)

اسلامی ادب کے پرچاروں نے دیگر اصناف سخن کے ساتھ ڈرامے کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی۔نعیم صدیقی،نظر زیدی اور فروغ احمد نے اصلاحِ معاشرت کی غرض سے اس صنف کو برتا۔اسلامی ادب سے جڑے ادبا ڈرامے کے مروجہ رجحانات سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے انھیں اسلامی اقدار کے منافی قرار دیتے ہیں۔فروغ احمد اس ضمن میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''ہمارے ذرائع ابلاغ کے ذریعے جو ڈرامے پیش کیے جا رہے ہیں وہ جہاں بے مقصدیت اور لایعنیت کو فروغ دے رہے ہیں وہاں پوری کی پوری انسانی زندگی کو مصنوعی اور نمائشی بتانے میں بھی کامیاب دکھائی دے رہے ہیں۔''(۲)

فروغ احمد ڈرامے کی فعالیت اور تاثیر کے پیش نظر اس سے نسلِ نو کی تربیت کا فریضہ نبھانا چاہتے ہیں۔ان کے نزدیک وہی ڈراما جدید کہلاتا ہے جو مقصدیت کو ملحوظ رکھ کر لکھا جائے۔ان کا کہنا ہے کہ ''اصطلاحاً وہی ڈراما ''جدید'' قرار پایا جو واقعی جدید ہے یعنی مثالیت اور نمایاں مقصدیت کا حامل۔''(۳)

ڈراما حقیقی زندگی سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی ڈرامے کا کردار ہے اور ڈراما خواہ کیسا بھی ہو اس کا انجام ہو کر رہتا ہے۔اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے سید نظر زیدی کہتے ہیں کہ ''یہ کائنات ایک بہت بڑا اسٹیج ہے اور اس کے مختلف گوشوں میں مختلف انداز کے ڈرامے کھیلے جا رہے ہیں۔کہیں طربیہ، کہیں المیہ ہم میں سے ہر انسان کی ذات کسی نہ کسی ڈرامے کا کردار ہے اور فطرت کی طرف سے ہمیں صرف اتنی مہلت دی گئی ہے کہ اپنے اپنے کردار کو بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔''(۴)

نعیم صدیقی نے بھی تاریخی ڈراموں اور تمثیلوں کی وساطت سے نسل نو تک اپنے نظریات اور نقطۂ نظر کی ترسیل کو ممکن بنایا۔ان کا پہلا ڈراما ''میرا نام ہے تعلیم'' کتابی شکل میں شائع ہوا۔یہ تین ایکٹ پر

مشتمل طویل ڈراما ہے۔شہنشاہیت، ابلیس، سیاست، تعلیم اور تاریخ کے کرداروں کے ذریعے معاشرتی تعمیر وترقی میں تعلیم کی اہمیت اجاگر کرنے کی کاوش ہے۔یہ ڈراما سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مؤثر آواز ہے۔ تمثیل بعنوان ''دماغ کی اسمبلی'' میں غیر مرئی قوتوں ادراک، جذبہ، خواہش، حافظہ، ضمیر، تخیل وغیرہ کو مرئی صورتوں میں پیش کیا گیا ہے۔جن کے باہمی بحث ومباحثے کے نتیجے میں نیکی کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شر کی طاقتیں غالب آجاتی ہیں۔مذکورہ تمثیل میں نعیم صدیقی نیکی کی ترغیبات کے لیے مکالمے تشکیل دیتے ہیں۔

> ''بیگم خواہش:شراب اگر مضر ہوتی تو اس میں لطف کیوں ہوتا؟
>
> مولانا تعقل:قمر صاحب تم تو رسم ورواج کے غلام ہو اور چڑیل سوسائٹی کی نمائندگی کرتے ہو۔
>
> تمھاری قدامت پسندیاں اس عہد میں کوئی قیمت نہیں پاسکتیں۔''(۵)

''زندگی کی خودکشی'' ۲۰ویں صدی کے سیاسی وسماجی بین الاقوامی حالات کے تناظر میں لکھا گیا ڈراما ہے۔مستقبل میں انسانیت کی تباہی کے ممکنہ اسباب کی جانب معنی خیز اشارے ہیں۔ڈرامے میں توپ، بم، ایٹم بم وغیرہ محو گفتگو ہیں، انسانیت مضطرب ہے۔ریڈیو، کیمرا، سیاست، سائنس وغیرہ اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔

> ''اے انسان! وقت ہے کہ تو قوم پرستی کے شیطان کو پہچان لے۔سرمایہ داری کا جادو توڑ دے امپیریلزم کے طلسم کو کھول لے...... مادہ پرستی سے توبہ کر لے۔الحاد کے چنگل سے رہا ہو جا......ورنہ پھر۔''(۶)

نعیم صدیقی نے ''خونیں تمثیل'' (۷) اور ''تعمیر تاریخ'' (۸) دو منظوم تاریخی تماثیل تحریر کیں۔ اول الذکر میں مصر کی تاریخ اور سرزمین مصر پر حق پرستوں پر ہونے والے مظالم کا بیان ہے۔جب کہ موخر الذکر میں قرآن، اسلام، تاج محل اور اقبال جیسے کرداروں سے اسلامی تاریخ کے اہم اور نازک ادوار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نظر زیدی کے ڈراموں میں بھی موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے۔انھوں نے سماجی، معاشرتی وتاریخی ڈرامے تخلیق کیے۔تقسیم ہند کے تناظر میں رونما ہونے والی ہولناکیوں اور تباہیوں، امرا کی تشدد ستانیوں اور نسل نو کی تن آسانیوں کے روزمرہ مظاہر کو ڈرامے کے قالب میں ڈھالا۔عصرِ حاضر میں صنفِ نازک کے مصائب کو بھی پیش کیا۔ان کے تاریخی ڈرامے بخارا وسمرقند کی تباہی وبربادی، تاتاریوں کی انسان دشمنی اور شاہ خوارزم کی کارروائیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

نظر زیدی نے سماجی موضوعات میں تعلیم کی اہمیت، حقوق نسواں اور امرا کی بدتہذیبوں کو اجاگر کرتے ہوئے ڈرامے لکھے۔ ''محبت سے آگے'' (۹) اصلاحی ڈراما ہے جو نسل نو کو تن آسانی کے بجائے جدوجہد اور عمل پیہم کا پیغام دیتا ہے۔ ''ماں کا خواب'' (۱۰) میں تعلیم کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''آخری موڑ'' ارباب اختیار اور مفاد پرست طبقے کے غیر ذمہ دارانہ رویوں کی داستان ہے۔ محرومیوں کا شکار نوجوان معاشرے سے انتقام لینے کا خواہاں ہے۔

> ''تو نے اور ان سب نے جو اونچی اونچی مسندوں پر بیٹھے انصاف اور قانون کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ جنھوں نے مجھ جیسے ہزاروں مظلوموں کو نیک بنانے کے لیے جیل خانوں کی اونچی اونچی دیواریں تعمیر کرائی ہیں۔ کاش تم سب اپنی معاشرت کی ان کمزوریوں کی طرف دھیان دو، جن کی بدولت مجھ ایسے ہزاروں لاکھوں انسان مجرمانہ زندگی کی طرف پہلا موڑ مڑتے ہیں۔'' (۱۱)

نظر زیدی حقوق نسواں کے لیے ہر فورم پر آواز بلند کرتے ہیں اور معاشرے میں صنفِ نازک کے لیے استحصالی رویوں کو کبھی بھی بنظرِ استحسان نہیں دیکھتے۔ ان کے ڈرامے ''سزا''، ''نے نواز''، ''بنتِ کشمیر''، ''زخمی روحیں'' حوا کی بیٹی کے متنوع رنگوں سے مزین ہیں۔ کہیں وہ تہذیب مغرب کی دلدادہ ہے تو کہیں مشرقی وفا کی دیوی۔ ''سزا'' (۱۲) میں فرید حسن کی بیگم اور بیٹی سرگرم سماجی کارکن کے طور پر حقوق نسواں کی جنگ لڑتی دکھائی دیتی ہیں مگر ان کا گھر سکون سے تہی رہتا ہے۔ ''زخمی روحیں'' آزادی کے ہنگامے میں گھر بار، عزت وناموس لٹا دینے والی بے بس عورت کی داستانِ غم ہے جو حوادثِ زمانہ سے بھری دنیا میں تنہا ہے۔ وہ مایوسی کے اس کنارے پر کھڑی ہے جہاں سے امید کی کرن بھی نمودار نہیں ہوتی۔

> ''کیا تیرے گھر میں کوئی زہر میں بجھا ہوا تنجر نہیں؟ ہو سکے تو اسے میرے دل میں اتار دے۔ تیرے وطن کی آزادی سلامت رہے۔ پوتر اور مقدس وطن تیری آنکھ کا کاجل اور تیری کلائی کی چوڑیاں جگمگاتی رہیں۔ اتار دے میرے سینے میں تنجر، میں زمین کا بوجھ ہوں۔ میں ایک زخمی روح ہوں۔'' (۱۳)

''ایک عورت'' (۱۴) اور ''سمر قند کی شام'' نظر زیدی کے تاریخی ڈرامے ہیں۔ اول الذکر اندلس کے مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ ان کے عروج وزوال کی داستان گریہ ہے۔ مصنف کو تاریخ اندلس سے خاص دلچسپی رہی اور اس موضوع پر ''عقیل الاندلس'' کے عنوان سے ناول بھی قلمبند کیا۔ وہ نسل نو میں اجداد کی شجاعت و دلیری اور پھر تن آسانیوں کے سبب پانے والی رسوائیوں کا احساس بیدار کرنے کے خواہاں ہیں۔

کلثوم طارق بدنی اس تناظر میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''سید نظر زیدی اس ڈرامے کے ذریعے بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے کس طرح عیش و عشرت میں اپنا آپ کھو کر اور عورتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر بڑی بڑی سلطنتوں کو کھو دیا۔ کس طرح ان کا عروج روبہ زوال ہوا۔'' (۱۵)

''سمر قند کی شام'' (۱۶) امت مسلمہ کے تاریخی شہر سمر قند اور بخارا کی تباہی تولائی خاں کی مکاری اور تیمور خاں کی بے تمیزی کا عکاس ڈراما ہے۔ تاتاریوں کی سفاکیوں اور مسلم خواتین کی آبرو ریزیوں کی عبرت انگیز کہانی ہے۔

فنی اعتبار سے نظر زیدی کے ڈرامے عموماً غیر معیاری پلاٹ کے حامل ڈرامے ہیں۔ ''نے نواز''، ''ماں کا خواب''، ''آخری موڑ'' کمزور بنیادوں پر استوار کیے گئے ہیں۔ مکالموں کی بے جا طوالت اور غیر فطری عناصر ناظر کی جھنجھلاہٹ کا سبب بنتے ہیں۔ موضوعاتی تکرار بھی فن کے حسن کو گہنا دینے کا باعث بنتی ہے۔ نظر زیدی کے دو ڈرامے بعنوان ''ابن آدم'' اور ''سورج ہے تماشائی'' یکساں موضوع اور کرداروں کے حامل ڈرامے ہیں۔ ''بہت کشمیر'' کا قصہ نظر زیدی کے ''خبہ خاتون'' نامی ناول کے مرکزی قصے سے ماخوذ ہے۔

فروغ احمد کے ڈرامے ''افکار جوانوں کے'' کے زیرِ عنوان (۱۹۵۸ء) طبع ہوئے۔ یہ مجموعہ منظوم و منثور تمثیل پر مبنی ہے۔ فروغ احمد کے ڈراموں کا محور نسل نو اور اس کی اصلاح و تربیت قرار پاتا ہے۔ وہ نوجوانوں کی مغرب پسندی اور ذہنی مرعوبیت سے نالاں اور مضطرب رہتے ہیں۔ وہ مذکورہ ڈراموں میں اشتراکیوں، سرخ پوشوں کے نظریات بھی زیرِ بحث لاتے ہیں اور تاریخ مسلم کے درخشاں ابواب بھی۔

''افکار جوانوں کے'' (۱۷) مختلف الخیال دوستوں کے مابین گفتگو پر مشتمل ہے۔ قیامِ پاکستان کے فوری بعد کے سیاسی، سماجی، معاشرتی و ثقافتی مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مصنف فکرِ اقبال کی روح کو پیش نظر رکھ کر ان الجھنوں کو سلجھانے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ ''منزل ہے کہاں تیری'' یومِ اقبال کے انعقاد کے تنازعے کے گرد گھومتا ہے۔ نوجوان کے فکرِ اقبال سے متعلق تضحیکی رویے اور کلچر کے نام پر ہندووانہ رسوم و رواج کے رویوں کو ہدف بنایا گیا ہے۔

''حکیم صاحب: ناچ گانے کو حکیم بوعلی سینا سے کیا سروکار؟

بدلل: حکیم صاحب! یہ ناچ گانا کوئی بازاری ٹائپ کی چیز تو ہوگا نہیں۔ یہ تو خاص آرٹ اور ثقافت ہوگا۔

عبداللہ: ...... حکیم شیخ بو علی سینا کے بعض امراض کے علاج کے لیے موسیقی کو بھی تجویز
کیا۔"(۱۸)

"بدلبل: ہمیں کلچرل پروگراموں کو کافی آگے بڑھانا ہے۔
لوک گیت اور ناچ رنگ کے ذریعے ہمارا کام ایک ایک دن میں اتنا ہو سکتا ہے۔ جتنا برسوں
جھک مارنے سے بھی نہیں ہو سکتا۔"(۱۹)

اقبال فروغ احمد کا مرغوب ترین کردار ہے۔ وہ کلام اقبال میں پنہاں پیام کو عام کرنے کی سعی بلیغ میں مگن رہتے ہیں۔ ان کا ڈرامہ "نوائے وقت" مصنف اور شاعر مشرق کے مابین شعری مکالمے پر مشتمل تمثیل ہے۔ جس میں مصنف متفرق موضوعات پر علامہ سے گفتگو میں محو رہتے ہیں۔ اس میں علامہ کی مشکل پسندی اور ان پر ہونے والے اعتراضات اور اقبال کے جوابات شامل ہیں۔

فروغ ...... انکار نہیں جادوئے شعری کے اثر سے
پوشیدہ رہی بات مگر اہل نظر سے
اقبال ...... الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے (۲۰)

زیر نظر شعری مکالمے میں عصر حاضر کے متعدد مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے شعوری پختگی اور بصیرت نظری سے کام لیا گیا ہے۔

"جب سسلی فتح ہوا"(۲۱) فروغ احمد کی ریڈیائی تمثیل ہے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں سسلی کی سرزمین پر عیسائیوں کی حکومت میں قزاقوں نے لوٹ مار سے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا۔ والئی مراکش امیر زیادت اللہ نے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا جس نے اس ظلم کا خاتمہ کر کے سسلی کو خلافت اسلامیہ میں شامل کیا۔ تاریخی واقعے کو فنی مہارت سے پیش کیا گیا ہے۔ نیز پیش کش کا انداز ڈرامائی عنصر لیے ہوئے ہے۔ طارق ہاشمی مذکورہ ڈرامے پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈرامے کے تمام حصے ولولہ انگیز اور جذبہ خیز ہیں۔ خصوصاً اس وقت جب مجاہدین طارق بن زیاد کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جہازوں کو آگ لگا دینے کی منادی کراتے ہیں۔"(۲۲)

مصنف ان تماثیل کے توسط سے مسلمانوں کی بے عملی، انتشار اور قول و فعل کے تضادات کے رویوں کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور فکر اقبال پر عمل پیرا ہو کر اتحاد ملی کو اپنانا عصر رواں کے لیے ناگزیر تصور کرتے ہیں۔

فروغ احمد کے ڈرامے فنی اعتبار سے پختگی سے محروم ہیں۔اول الذکر دو ڈراموں میں اقبال کے اشعار نوجوانوں کی زبانوں پر جاری رہنے کا عمل بوجھل پن کا احساس دلاتا ہے۔جابجا لمبے چوڑے بیانات بھی قاری پر گراں گزرتے ہیں۔

محولہ بالا مختصر مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی ادب میں ڈرامے کی صنف پر مختصر اور محدود کام کیا گیا۔علاوہ ازیں یہ ڈرامے بھر پور مقصدیت کے آئینہ دار ہیں۔لیکن ڈرامے کا فن جس فنی پختگی کا متقضی ہے، وہ اسلامی ادب کے لکھاریوں میں عموماً مفقود ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) انور سدید، ڈاکٹر۔**اردو ادب کی تاریخ**۔لاہور: عزیز بک ڈپو، ۱۹۹۱ء، ص ۶۳۸

(۲) فروغ احمد (تعارف)۔**افکار جوانوں کے**۔لاہور: ادارہ مطبوعات طلبہ، ۱۹۸۵ء، ص ۳

(۳) ایضاً، ص ۵

(۴) نظر زیدی، سید۔(دیباچہ) **زخمی روحیں**۔لاہور: ادارہ خواتین: ۱۹۵۸ء، ص ۶

(۵) نعیم صدیقی۔**ذہنی زلزلے**۔حیدرآباد دکن: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۵ء، ص ۱۶۷

(۶) مشمولہ۔**چراغ راہ**۔(ماہنامہ) فروری، مارچ ۱۹۶۸ء، ص ۴۷

(۷) مشمولہ۔**چراغ راہ**۔(ماہنامہ) جنوری ۱۹۵۵ء

(۸) **چراغ راہ**۔(ماہنامہ) اگست ۱۹۴۸ء، ص ۲۳

(۹) نظر زیدی، سید۔**زخمی روحیں**۔ص ۳۲

(۱۰) ایضاً، ص ۱۵۰

(۱۱) ایضاً، ص ۱۷۸

(۱۲) ایضاً، ص ۲۴۷

(۱۳) ایضاً، ص ۲۱۵

(۱۴) ایضاً، ص ۵۳

(۱۵) کلثوم طارق،رنی۔ **نظر زیدی-----احوال و آثار** ۔لاہور:الوقار پبلی کیشنز،ص ۳۳۷
(۱۶) نظر زیدی،سید۔ **زخمی روحیں** ۔ص ۷۰
(۱۷) فروغ احمد۔ **افکار جوانوں کے** ۔ص ۱۰
(۱۸) ایضاً،ص ۶۱
(۱۹) ایضاً،ص ۵۱
(۲۰) ایضاً،ص ۱۳۱
(۲۱) ایضاً،ص ۹۴
(۲۲) سیارہ(ماہنامہ)،ستمبر ۱۹۹۵ء(فروغ احمد نمبر)،ص ۴۷

❁❁❁